

پہلی بات: ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے خلاف ہندوستانیوں کی لڑائی کو 'جنگ آزادی' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس جنگ کی کمان دلی کے بادشاہ بہادر شاہ ظفر کے ہاتھ میں تھی۔ جنگ میں ہندوستانیوں کو شکست ہوئی اور بہادر شاہ ظفر کو قید کر کے رنگون بھیج دیا گیا۔ اس شکست کے بعد شاہی خاندان کا شیرازہ بکھر گیا۔ قسمت بیگ شاہی خاندان کا ایک فرد ہے۔ اس سبق میں اس کی زندگی کے نشیب و فراز کو ڈرامے کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔ ذیل کا ڈراما 'قسمت بیگ' خواجہ حسن نظامی کے مضمون 'خانساماں شہزادہ' پر مبنی ایک ریڈیو ڈراما ہے۔

جان پہچان : سلام بن رزاق اردو کے

ایک ممتاز ادیب ہیں۔ وہ ۱۵ نومبر ۱۹۳۱ء کو پنویل (مہاراشٹر) میں پیدا ہوئے۔ وہیں انھوں نے تعلیم حاصل کی اور روزگار کے سلسلے میں ممبئی آ کر بس گئے۔ پینتیس سالہ تدریسی خدمات کے بعد ۱۹۹۹ء میں وہ ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ اردو دنیا میں وہ ایک منفرد اور معتبر افسانہ نگار کی حیثیت سے بھی پہچانے جاتے ہیں۔ ان کے افسانوں کے چار مجموعے شائع ہو چکے ہیں: 'دنگی دو پہر کا سپاہی، معبر، شکستہ بتوں کے درمیان' اور 'زندگی افسانہ نہیں'۔ ان میں 'شکستہ بتوں کے درمیان' پر ۲۰۰۴ء میں انھیں ساہتیہ اکیڈمی کے انعام سے سرفراز کیا گیا۔ انھوں نے کئی مراٹھی اور ہندی کتابوں کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ وہ ساہتیہ اکیڈمی کے ترجمہ ایوارڈ سے بھی نوازے جا چکے ہیں۔ انھیں ڈراما نگاری اور بچوں کے ادب سے بھی دلچسپی ہے۔

ڈراما وہ فن ہے جس میں ایک پلاٹ اور قصہ ہوتا ہے جو کرداروں، مکالموں اور اداکاری کے ذریعے حاضرین کے روبرو عملی طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ ڈرامے نے اب کافی ترقی کر لی ہے یعنی اسٹیج ڈرامے کے علاوہ ٹکڑ ڈرامے، ریڈیو ڈرامے اور ٹیلی ویژن ڈرامے کی بھی ایک مستحکم روایت بن چکی ہے۔ ڈرامے کی یہ روایت سیکڑوں سال پرانی ہے مگر ریڈیو ڈرامے کی عمر ایک صدی سے زیادہ نہیں۔ فن، تکنیک اور پیش کش کے لحاظ سے ریڈیو ڈراما اسٹیج ڈرامے سے مختلف ہوتا ہے البتہ اسٹیج ڈرامے کی طرح ریڈیو ڈرامے میں بھی کہانی، پلاٹ، کردار اور مکالمے کا عمل دخل ہوتا ہے۔ ریڈیو ڈرامے میں مکالموں کی خاص اہمیت ہے۔ کرداروں کی تعمیر، مناظر کی عکاسی، کرداروں کی حرکات و سکنات سبھی کچھ مکالموں کے ذریعے پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے مکالموں کے اُتار چڑھاؤ کے ذریعے سامعین کے ذہن و دل پر ایسی خیالی تصویریں ابھاری جاتی ہیں جو عام تصویروں سے کہیں زیادہ پُر اثر ہوتی ہیں۔ ریڈیو ڈرامے میں موسیقی کی بھی بڑی اہمیت ہے۔ سازوں اور آوازوں کے ذریعے مختلف کیفیات کا سماں باندھتے ہیں مثلاً جھرنوں کی آواز، چڑیوں کی چچہاہٹ، طوفان اور سیلاب کی ہولناکی، بجلی کی کڑک، دریا کی روانی، بندوقوں اور توپوں کی گرج یہاں تک کہ خاموشی اور سنائے کو بھی آوازوں کے اُتار چڑھاؤ اور صدائے باز گشت کے ذریعے سامع تک پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ ریڈیو ڈرامے میں 'فیڈ آؤٹ' اور 'فیڈ ان' کے ذریعے منظر بدلتے ہیں۔ جب کوئی منظر ختم ہوتا ہے تو 'فیڈ آؤٹ' کے ذریعے آوازیں ڈوبے لگتی ہیں۔ 'فیڈ ان' کے ذریعے نیا منظر شروع ہوتا ہے۔ 'فیڈ آؤٹ' اور 'فیڈ ان' کے لیے موسیقی کا خاص طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ ریڈیو ڈرامے کا دورانیہ پندرہ منٹ سے لے کر ایک گھنٹے تک ہو سکتا ہے۔

کردار

قسمت بیگ/ تیمور شاہ	-	خانساماں شہزادہ
فرید خان	-	شاہی ملازم
افسر	-	انگریز فوج کا ہندوستانی سپاہی
	-	مہاراجا
	-	محمود آباد کے راجا
	-	بیگم زینت محل
	-	بہادر شاہ ظفر کی بیوی

(ہلکی ہلکی موسیقی کی آواز... دھیرے دھیرے موسیقی کی آواز فیڈ آؤٹ ہوتی ہے۔)

فیڈ آؤٹ ... (موسیقی)

... فیڈ ان ...

قسمت بیگ: آداب عرض ہے، مہاراج!

مہاراجا: آؤ، آؤ قسمت بیگ، کہاں چلے گئے تھے؟

قسمت بیگ: حضور! میری ڈیوٹی ختم ہو گئی تھی۔ ہم لوگ چھ چھ گھنٹے کی ڈیوٹی کرتے ہیں۔ میرے لائق کوئی کام ہو تو حکم دیجیے۔

آپ کی خدمت میرے لیے باعثِ عزت ہوگی۔

مہاراجا: خدمت کے لیے تو یہاں کے دوسرے ویٹروں اور ہمارے نوکر کافی ہیں۔ ہم تو تم سے کچھ باتیں کرنا چاہتے ہیں۔

قسمت بیگ: حضور! یہ تو آپ کی ذرہ نوازی ہے ورنہ میں کیا اور میری باتیں کیا۔

مہاراجا: نہیں قسمت بیگ، تم عام ویٹروں جیسے نہیں ہو۔ تمہارے طور طریقے، تمہارا اندازِ گفتگو، تمہاری سلیقہ مندی بتاتی ہے کہ تم

دوسروں سے مختلف ہو۔ ہمیں اپنے بارے میں بتاؤ۔ تم کون ہو؟ کہاں کے رہنے والے ہو؟ اس پیشے میں کیوں کر آئے؟

قسمت بیگ: (آہ بھر کر) حضور! آپ کا حکم سر آنکھوں پر... ویسے ایک عرصہ ہوا میں نے یہ بھلا دیا کہ میں کون ہوں اور نہیں چاہتا کہ

راکھ میں دبی چنگاریوں کو کوئی کریدے۔

مہاراجا: یہ کہہ کر تو تم نے ہمارے تجسس کی آگ کو اور بھڑکا دیا ہے قسمت بیگ! ہم تمہاری روداد ضرور سننا چاہیں گے۔

قسمت بیگ: (پھر آہ بھر کر) آپ کے حکم سے منہ موڑنا گستاخی کے مترادف ہوگا۔ آپ کا اصرار ہے تو سنیے... میں ایک آدمی ہوں۔

نسل کے لحاظ سے تیموری مغل ہوں۔ پیشے کے لحاظ سے یہاں تاج محل ہوٹل کا خاندان ہوں۔ عمر کے لحاظ سے بڑھا

ہوں۔ طبیعت کے اعتبار سے کبھی بچہ ہوتا ہوں، کبھی جوان... شب و روز میری کوشش رہتی ہے کہ ایک اچھے انسان کی

طرح زندگی گزاروں۔ جھوٹ نہیں بولتا، چوری نہیں کرتا، ظلم اور بے رحمی سے بچتا ہوں۔ خدمتِ خلق کو اپنا مقصدِ زندگی

مانتا ہوں۔ اگرچہ فقیر ہوں لیکن دل کے تحت پرشہنشاہ ہوں۔

مہاراجا: ہم پہلے ہی سمجھ گئے تھے کہ تم میں کوئی خاص بات

ہے۔ تم معمولی حیثیت کے آدمی نہیں ہو سکتے۔ مگر یہ

جان کر مزید حیرت ہوئی کہ تم تیموری خاندان سے ہو۔

قسمت بیگ: (جوش سے) تیموری خاندان تو کب کا مٹ چکا ہے۔

یہ سوال فضول ہے کہ میں کس خاندان سے تعلق رکھتا

ہوں۔ میں اس سوال کی کشمکش میں پڑنا اپنے دل کے

لیے آری سمجھتا ہوں جو میرے دل کو چیر دیتی ہے۔

مہاراجا: قسمت بیگ! ہمیں تمہارے بے پناہ غم کا پورا

احساس ہے۔ اگر واقعی اس سوال سے تمہیں دکھ ہوا

ہے تو جانے دو۔ ہم اپنا سوال واپس لیتے ہیں۔

آدم کی اولاد کو آدمی کہتے ہیں۔ ہر شخص آدمی کہلاتا ہے جس میں فطری خامیاں اور خوبیاں ہوتی ہیں۔ جب اُس میں اچھے اخلاق پیدا ہوتے ہیں اور مہذب ہو جاتا ہے تو وہ انسان کہلاتا ہے۔ سبق میں قسمت بیگ کہتا ہے، ”میں ایک آدمی ہوں۔“ وہ آگے کہتا ہے، ”شب و روز میری کوشش رہتی ہے کہ ایک اچھے انسان کی طرح زندگی گزاروں۔“

جب آدمی ایک اچھا انسان بن جاتا ہے تو اُس کا مرتبہ فرشتوں سے بلند ہو جاتا ہے۔ اس بات کو مولانا حالی نے اپنے شعر میں یوں کہا ہے۔

فرشتوں سے بہتر ہے انسان بننا

مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

قسمت بیگ: نہیں حضور! مجھے معاف فرمائیں۔ میں ذرا جوش میں آ گیا تھا۔ انسان کو اپنی موجودہ حیثیت دیکھنا چاہیے۔ آج چوں کہ میں ایک خانساں ہوں، اس لیے ارشاد کی تعمیل کرتا ہوں۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں جو پدرم سلطان بود کہہ کر اپنے ماضی پر فخر کریں یا افسوس کریں۔ اور میں ان لوگوں میں سے بھی نہیں جو مستقبل کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں۔ حضور! میں ماضی کا مالک ہوں، حال کا مالک ہوں اور مستقبل کا بھی مالک ہوں۔

مہاراجا: قسمت بیگ! ہم تمہاری داستان تفصیل سے سننا چاہتے ہیں۔

قسمت بیگ: حضور! میں بہادر شاہ ظفر کا بیٹا ہوں۔

مہاراجا: کیا کہا... بہادر شاہ ظفر کے بیٹے؟ یعنی کہ آخری مغل شہنشاہ بہادر شاہ ظفر کے بیٹے؟

قسمت بیگ: جی ہاں حضور! میں مغلیہ سلطنت کے آخری چشم و چراغ بہادر شاہ ظفر کی اولاد ہوں۔

مہاراجا: یعنی کہ تم مغل شاہزادے ہو؟

قسمت بیگ: شاہزادہ نہیں، آہ زادہ ہوں۔ دنیا کی مصیبتوں کی سب زردیں میں نے اٹھائی ہیں۔ میرا اصلی نام تیمور شاہ ہے۔ میری

ماں کا نام بیگم زینت محل تھا مگر بادشاہ کسی وجہ سے میری ماں سے خفا تھے اور میں اپنی ماں کے ساتھ محل خاص سے دور ایک حویلی میں رہتا تھا۔ بادشاہ کی طرف سے نوکر چاکر اور گھوڑا نگھی کا پورا انتظام تھا۔ کسی چیز کی کمی نہیں تھی۔ جب ۱۸۵۷ء کا انقلاب ہوا تو میری عمر دس گیارہ سال رہی ہوگی۔ بادشاہ نے گھبراہٹ میں خود محل کی بیگمات کا انتظام بہت ادھورا کیا تھا۔ اس وقت انھیں شاید میرا اور میری ماں کا خیال تک نہ آیا ہوگا۔ مارے دہشت کے سارے نوکر چاکر بھاگ چکے تھے۔ صرف فرید خان رہ گیا تھا، جس نے مجھے گودی میں کھلایا تھا۔ وہ محل کی طرف گیا تھا کہ کچھ بادشاہ کی خبر بھی معلوم کرے۔ توپوں کی گرج اور بندوقوں کی دھائیں دھائیں سنائی دے رہی تھی۔ میری ماں مجھے کلبجے سے لگائے بیٹھی کانپ رہی تھی کہ اتنے میں فرید خان واپس آ گیا۔ (موسیقی)

... فیڈ آؤٹ ...

(توپوں کی گرج اور گولیوں کی ہلکی ہلکی آواز)

... فیڈ ان ...

فرید خان: (گھبرائے لہجے میں) بیگم حضور! محل خاص بالکل خالی پڑا ہے۔ پتا چلا ہے کہ عالی جاہ اور ساری بیگمات ہمایوں کے مقبرے میں پناہ گزین ہیں۔ شاہزادہ مرزا مغل اور شاہزادہ مرزا خضر سلطان مٹھی بھر جاں نثاروں کے ساتھ کشمیری دروازے پر انگریزوں سے لڑ رہے ہیں مگر کوئی دم میں ان کے قدم بھی اکھڑنے کو ہیں۔

بیگم زینت محل: یا اللہ! اب ہم کیا کریں؟ اس معصوم کو لے کر کہاں جائیں؟

تیمور شاہ: امی حضور! آپ ہمارے لیے فکر مند نہ ہوں۔ بس ہمیں ایک چھوٹی سی تلوار دے دیجیے۔ استاذی ارشد بیگ نے ہمیں بھی تلوار کے بہت سے گرتائے ہیں۔

بیگم زینت محل: میں صدقے جاؤں... ابھی تو تم بہت چھوٹے ہو۔ انگریز بہت ظالم ہے۔ فرید خان! ہم تیمور شاہ کو لے کر ہمایوں کے مقبرے کی طرف جا رہے ہیں۔ ہماری طرف سے تمہیں اجازت ہے، جہاں جانا چاہتے ہو جا سکتے ہو۔ ہمارے لیے تم کیوں بلاوجہ آفت میں پڑو۔

فرید خان : بیگم حضور! بندہ اُن نمک حراموں میں سے نہیں ہے جو محض طلوع ہوتے سورج کی پوجا کرتے ہیں۔ آپ جہاں جائیں گی بندہ سایے کی طرح آپ کے ساتھ آئے گا۔ آپ کو چھوٹے سرکار کی قسم! مجھے اپنے قدموں سے جدا نہ کیجیے۔ اگر آپ کی حفاظت کے لیے بندے کو جان سے بھی ہاتھ دھونا پڑے تو دریغ نہیں کرے گا۔

بیگم زینت محل : فرید خان! ہمیں تمھاری وفاداری پر فخر ہے۔ ہمارا خیال ہے، عالی جاہ بڑی افراتفری میں محل سے رخصت ہوئے ہیں۔ ہمیں بھی مقبرہ ہمایوں کی طرف چلنا چاہیے۔

فرید خان : بیگم حضور! اس وقت مقبرہ ہمایوں کا رُخ کرنا موت کو دعوت دینے کے برابر ہے۔ سارے راستے انگریزوں نے گھیر لیے ہیں۔ میری مانیے تو آپ قدم شریف کی طرف چلیے۔ میں دیکھتا آیا ہوں، وہاں انگریزوں کا پہرہ نہیں ہے۔

بیگم زینت محل : مگر فرید خان! ہم عالی جاہ کو انگریزوں کے نرغے میں چھوڑ کر کیوں کر جاسکتے ہیں؟

فرید خان : مشیت ایزدی بیگم حضور! زندگی باقی رہی تو عالی جاہ کے دیدار بھی ہو جائیں گے۔

بیگم زینت محل : (آہ بھر کر) ٹھیک ہے فرید خان! ہم موت سے نہیں ڈرتے... بس مرنے سے پہلے صرف ایک بار عالی جاہ کے قدموں میں سر رکھ کر ان سے معافی مانگنا چاہتے ہیں... خیر... چلنے کی تیاری کرو... (گولیوں کی آواز)

فرید خان : بیگم حضور! جلدی کیجیے، انگریز بڑھا چلا آ رہا ہے۔

بیگم زینت محل : چلو بیٹا تیمور۔ (گولیاں چلنے کی آوازیں، لوگوں کی چیخ و پکار)

... فیڈ آؤٹ ...

... فیڈ ان ...

(دور سے اب بھی رہ رہ کر گولیاں چلنے کی آوازیں آرہی ہیں)

فرید خان : بیگم حضور! یہ جگہ مناسب ہے۔ آپ اور چھوٹے سرکار اس حجرے میں آرام کیجیے۔ میں دالان میں نگرانی کروں گا۔

تیمور : امی حضور! ہم عالی جاہ کے پاس کب جائیں گے؟

بیگم زینت محل : راستے میں دشمنوں کا پہرہ ہے بیٹے۔ ذرا یہ گولیوں کی دھائیں دھائیں تھم جائے تو وہیں چلے چلتے ہیں۔ اب تم سو جاؤ۔

... فیڈ آؤٹ ...

... فیڈ ان ...

فرید خان : (گھبرائے ہوئے لہجے میں) بیگم حضور!... بیگم حضور!

بیگم زینت محل : کیا ہے فرید خان؟

فرید خان : بیگم حضور! غضب ہو گیا۔ سپاہیوں نے قدم شریف کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔ وہ آپ کی گرفتاری کے درپے ہیں۔ سپاہیوں کا افسر آپ سے ملنا چاہتا ہے۔

بیگم زینت محل : ہم کسی انگریز افسر سے کیا بات کریں۔ تم انھیں صورتِ حال سے آگاہ کر دو۔

فرید خان : افسر انگریز نہیں، ہندوستانی ہے۔ کہتا ہے وہ دروازے کے باہر سے دو چار سوالات پوچھنا چاہتا ہے۔

بیگم زینت محل : (سرد آہ بھر کر) ٹھیک ہے۔ آنے دو۔

(موسیقی)

افسر : آداب بجالاتا ہوں بیگم حضور! اس زحمت کے لیے میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں۔
 بیگم زینت محل : معافی... ایک شکست خوردہ بادشاہ کی بیگم جو مجبوری اور بے کسی کی منہ بولتی تصویر ہو، اسے کسی کو معاف کرنے کا بھی اختیار کہاں ہوتا ہے؟

افسر : ایسا نہ کہیے بیگم حضور! انگریز بھلے ہی آپ سے جو چاہے سلوک کریں مگر ایک ہندوستانی ہونے کے ناتے آپ کا احترام کرنا میرا فرض ہے۔

بیگم زینت محل : فرض؟ ہمارے احترام سے پہلے ایک ہندوستانی ہونے کے ناتے تم پر کچھ اور فرائض بھی عائد ہوتے ہیں، سپاہی زادے!
 افسر : میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا بیگم حضور!

بیگم زینت محل : کیا اپنے بادشاہ کا احترام کرنا اور جنگ میں اپنے ملک، اپنے بادشاہ کی خاطر سینہ سپر ہونا ایک سپاہی زادے کا فرض نہیں ہے؟

افسر : بیگم حضور! ہم انگریزوں کے تنخواہ دار ملازم ہیں۔ جنگ میں ان کے حکم کی تعمیل کرنا ہی ہمارا پہلا فرض ہے۔
 بیگم زینت محل : تم کیا سمجھتے ہو؟ انگریز نے چند سکوں کے عوض تم سب کے ضمیر بھی خرید لیے ہیں۔ تم بھول رہے ہو کہ تم انگریز کے سپاہی ہونے سے پہلے ایک ہندوستانی ہو۔

افسر : بے شک ہم ہیں۔
 بیگم زینت محل : نہیں... تم لوگ ہندوستانی نہیں ہو سکتے سپاہی زادے۔ تم اگر ہندوستانی ہوتے تو سنگینوں سے اپنے بھائیوں کے سینے چھلنی نہ کرتے، بہنوں کا سہاگ نہ اُجاڑتے، ماؤں کی گودیں نہ اُجاڑتے۔ تم ہندوستانی نہیں ہو۔ تم صرف انگریزوں کے نمک خوار ہو۔ اُن کے غلام ہو بس۔

افسر : بیگم حضور! یہ بحث کا وقت نہیں ہے، پھر بھی ایک بات عرض کر دوں۔ ہم اپنے وطن سے، اپنے وطن کے بھائیوں سے وفاداری نبھانے کو تیار تھے مگر ہم کس کے ساتھ وفاداری نبھاتے؟ کس کے پرچم تلے ہم یکجا ہوتے؟ کون ہمارا رہبر ہوتا؟ کون ہمیں انقلاب کی راہ دکھاتا؟ کوئی نہیں۔ کوئی قیادت پاسیدار نہیں تھی۔ صبح جو پرچم لہراتا شام کو سرنگوں ہو جاتا تھا۔ کس کا ساتھ دیتے؟

بیگم زینت محل : سب کہنے کی باتیں ہیں۔ جن کو لڑنا تھا، انھوں نے لڑ کر اپنی جان عزیز وطن پر قربان کر دی۔

افسر : ہم اندھی لڑائی لڑنا نہیں چاہتے تھے۔

بیگم زینت محل : سچ ہے۔ تم لوگ اندھی لڑائی لڑنا نہیں چاہتے تھے، جن کا جذبہ سرد اور ضمیر بے حس ہو جاتا ہے، وہ کسی بھی قسم کی لڑائی نہیں لڑ سکتے... خیر... بتاؤ، ہمیں کہاں چلنا ہے؟

افسر : ولسن صاحب کا حکم ہے کہ شاہی خاندان کے ہر فرد کو عزت و احترام کے ساتھ کیمپ میں پہنچا دیا جائے۔

بیگم زینت محل : کیمپ میں؟

افسر : جی ہاں... جامع مسجد کے پاس ایک کیمپ لگا دیا گیا ہے۔ شاہی خاندان کے بہت سے افراد کو انھی خیموں میں رکھا گیا ہے۔

بیگم زینت محل : اگر بتا سکتے ہو تو بتاؤ کہ عالی جاہ کو کہاں رکھا گیا ہے؟

افسر : اس کا علم سوائے ولسن صاحب کے کسی اور کو نہیں۔
 بیگم زینت محل : خیر... چلو۔ فرید خان! چلنے کی تیاری کرو... تیمور بیٹے! چلو... نہیں اب ہماری اُنکلی مت پکڑو۔ آئندہ زندگی کا سفر تمہیں اکیلے ہی طے کرنا ہے۔ خبردار! گھبرانا مت... تیموری شاہزادے ہر حال میں ثابت قدم رہتے ہیں۔
 (موسیقی) ... فیڈ آؤٹ ...

... فیڈ ان ...
 بیگم زینت محل : فرید خان! اس تنگ قبر نما خیمے میں ہمیں کب تک رہنا ہوگا؟
 فرید خان : بس کل تک... کل شام کو ہمیں چاندنی محل بھجوا دیا جائے گا۔ بہت سے شاہزادوں اور بیگمات کے ساتھ ہمیں بھی چاندنی محل میں ایک چھوٹا سا دو کمروں کا مکان دیا گیا ہے... اور...
 بیگم زینت محل : اور کیا فرید خان؟

فرید خان : (روتے ہوئے) اور... دس روپے ماہوار گزارے کے مقرر کر دیے گئے ہیں۔
 بیگم زینت محل : دس روپے؟
 فرید خان : جی ہاں... صرف دس روپے۔

بیگم زینت محل : (آہ بھر کر) مت روؤ فرید خان۔ انسان کو ہر حال میں خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ اللہ جانتا ہے، ہمیں اپنی رتی بھر فکر نہیں۔ اگر فکر ہے تو بس تیمور شاہ کی ہے کہ ہمارے بعد شاہزادے کا کیا ہوگا؟ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے۔ اللہ اسے اپنی امان میں رکھے۔ چاندنی محل چلنے کی تیاری کرو۔ جب کشتی کے بادبان ٹوٹ جائیں تو اسے ہواؤں کے رُخ پر چھوڑ دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔... (موسیقی)

... فیڈ آؤٹ ...
 ... فیڈ ان ...
 مہاراجا : (ٹھنڈی سانس کھینچ کر) تمہاری داستان سن کر دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ آنکھوں میں گھوم جاتا ہے قسمت بیگ... اچھا یہ بتاؤ، تمہارا اصلی نام تو تیمور شاہ تھا پھر قسمت بیگ نام کس نے رکھا؟
 قسمت بیگ : میری قسمت نے... اس کے علاوہ کیا عرض کروں۔ میں جب دہلی سے بمبئی آیا، ہر شخص کو میں نے اپنا نام قسمت بیگ بتایا۔

مہاراجا : تم نے اس خانہ ماں کے کام کے علاوہ کچھ اور کام نہیں سیکھا؟ تمہاری باتوں سے تو لگتا ہے تم کافی پڑھے لکھے ہو۔
 قسمت بیگ : نہیں حضور! میں کبھی مکتب نہیں جاسکا۔ دراصل دہلی میں چاندنی محل کے قریب ایک خانقاہ تھی، میں وہاں اکثر جایا کرتا تھا۔ خانقاہ میں ایک درویش رہا کرتے تھے، ان کی باتیں سنتا رہتا تھا۔ ان کا مجھ پر اثر ہوتا تھا۔ یہ جو منہ کھولنے کی جرأت کر لیتا ہوں، انھیں درویش کی صحبت کا فیض ہے۔

مہاراجا : چلو، ہم تمہیں اپنی ریاست میں لے چلتے ہیں، جو تنخواہ یہاں ملتی ہے، اس سے دو گنی تنخواہ دیں گے اور تمہاری باتیں سنا کریں گے۔ کوئی کام نہیں لیں گے۔

قسمت بیگ : حضور! یہ عین بندہ نوازی ہے لیکن جس نے اس دنیا کے انقلاب کو سمجھ لیا، وہ کہتا ہے کہ ایک دروازے کو پکڑو اور مضبوط

تاج محل ہوٹل ایک پانچ ستارہ ہوٹل ہے جو عروس البلاد ممبئی میں گیٹ وے آف انڈیا کے سامنے واقع ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انگریزوں کے زمانے میں مشہور صنعت کار سر جشید جی ٹاٹا کو اُس وقت شہر کے ایک مشہور ہوٹل واٹ سنس میں داخل ہونے سے روک دیا گیا جس کا مالک کوئی انگریز تھا۔ اُنھوں نے اس بے عزتی کا بدلہ لینے کے لیے تاج محل ہوٹل تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا۔ ۱۶ دسمبر ۱۹۳۰ء کو ہوٹل کو تمام ہندوستانیوں کے لیے کھول دیا گیا۔ سیتارام کھانڈے راؤ ویدیا اور ڈی۔ این۔ مرزا اس کے بنیادی معمار تھے۔ اس تاریخی ہوٹل میں پانچ سو ساٹھ کمرے اور چوالیس خصوصی کمرے ہیں۔

پکڑ، در بدر بھٹکتا نہ پھر۔ اس ہوٹل میں میری عزت بھی ہے اور مزاج داری بھی ہے۔ صاحب لوگ بھی میری بد مزاجیوں کو برداشت کر لیتے ہیں۔ ضرورت کے موافق ہر چیز موجود ہے۔ آپ ہی فرمائیے میں آپ کے ساتھ آ کر کیا کروں؟ اور اس عمر میں ایک جگہ کو چھوڑ کر جہاں کوئی تکلیف نہیں ہے، آپ کے یہاں کیوں آؤں؟

مہاراجا : خوب... قسمت بیگ، ہم تمہارے جواب سے بے حد خوش ہوئے۔ یہ لو، ہماری طرف سے یہ انعام رکھو۔
قسمت بیگ: یہ کیا ہے حضور؟

مہاراجا : یہ ایک ہزار روپے کا چیک ہے۔ اس کو اپنے خرچ میں لانا۔ آئندہ بھی ہر سال ہوٹل کے منیجر کی معرفت ہزار روپے تم کو مل جایا کریں گے۔

قسمت بیگ: (بھرائی آواز میں) اس نوازش کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں حضور... (آہستہ آہستہ) شکر گزار ہوں... بہت شکر گزار ہوں۔

(دھیرے دھیرے گیت کی آواز ابھرتی ہے)

گیت :



نہ کسی کی آنکھ کا نور ہوں ، نہ کسی کے دل کا قرار ہوں
جو کسی کے کام نہ آ سکے ، میں وہ ایک مشت غبار ہوں
... فیڈ آؤٹ ...

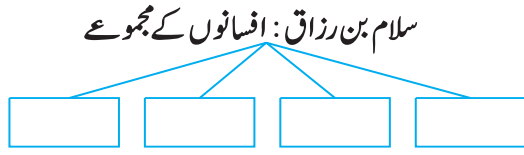
معانی و اشارات

زردیں - زردی جمع، تکلیفیں
کوئی دم میں - فوراً، کسی بھی وقت
قدم اکھڑنا - ہار کر بھاگ جانا
اُستاذی - میرے استاد
دریغ نہ کرنا - پروانہ کرنا، نہ ہچکچانا
سرنگوں ہو جانا - سر جھکا دینا
کی معرفت - کے توسط سے، کے ذریعے

خانساں - بادورچی
ناگوار خاطر - بُرا لگنا
پدرم سلطان بود - میرے والد بادشاہ تھے اپنی بے جا بڑائی کے وقت بولا جانے والا فقرہ
قدم شریف - دہلی میں ایک زیارت گاہ
مشیت ایزدی - اللہ کی مرضی
سینہ سپر ہونا - سینے کو ڈھال بنانا مراد ڈٹے رہنا
بے ثباتی - عارضی پن
تجسس کی آگ { کچھ معلوم کرنے کے لیے کسی کو اُکسانا
کو بھڑکانا

* درج ذیل جملوں کی وضاحت کیجیے :

* جان پہچان کی مدد سے رواں خاکہ (فلو چارٹ) مکمل کیجیے۔



* سبق کی روشنی میں خط کشیدہ لفظ بدل کر درست جملہ لکھیے۔

- ۱۔ قسمت بیگ شاہی ملازم تھا۔
- ۲۔ تیمور شاہ نے تلوار بازی امجد بیگ سے سیکھی۔
- ۳۔ فرید خان نے بیگم صاحبہ کو کہا کہ علم شریف کی طرف چلے جائیں۔
- ۴۔ شاہی خاندان کو انگریزوں نے رانی محل میں ٹھہرایا تھا۔
- ۵۔ مہاراجا نے قسمت بیگ کو دو ہزار روپے کا چیک پیش کیا۔

* کرداروں کی درست جوڑیاں لگائیے۔

الف	ب
قسمت بیگ	شاہی ملازم
فرید خان	خانساں شہزادہ
افسر	بہادر شاہ ظفر کی بیوی
مہاراجا	انگریز فوج کا ہندوستانی سپاہی
بیگم زینت محل	محمود آباد کے راجا

* اسباب بتائیے۔

- ۱۔ مہاراجا نے کہا، ”تمھاری باتوں سے تو لگتا ہے تم کافی پڑھے لکھے ہو۔“
- ۲۔ مہاراجا نے قسمت بیگ کو چیک دیا۔
- * زمانے کے اتار چڑھاؤ اور دنیا کی بے ثباتی سے متعلق آپ کیا سوچتے ہیں لکھیے۔
- * زمانے کے اعتبار سے واقعات کو ترتیب دیجیے۔
- ۱۔ مہاراجا نے قسمت بیگ کو چیک دیا۔
- ۲۔ بیگم زینت محل اور قسمت بیگ الگ حویلی میں رہتے تھے۔

- ۱۔ ”حضور! آپ کا حکم سر آنکھوں پر... ویسے ایک عرصہ ہوا میں نے یہ بھلا دیا کہ میں کون ہوں اور نہیں چاہتا کہ راکھ میں دبی چنگاریوں کو کوئی کریدے۔“
- ۲۔ ”اگرچہ فقیر ہوں لیکن دل کے تخت پر شہنشاہ ہوں۔“
- ۳۔ ”حضور! میں ماضی کا مالک ہوں، حال کا مالک ہوں اور مستقبل کا بھی مالک ہوں۔“
- ۴۔ ”جب کشتی کے بادبان ٹوٹ جائیں تو اسے ہواؤں کے رخ پر چھوڑ دینا ہی بہتر ہوتا ہے۔“

* درج ذیل جملوں میں استعمال کیے گئے محاوروں کی جگہ اُن کے معانی استعمال کر کے جملے دوبارہ لکھیے :

- ۱۔ ”تم نے تجسّس کی آگ کو اور بھڑکا دیا۔“
- ۲۔ ”آپ کے حکم سے منہ موڑنا گستاخی کے مترادف ہوگا۔“
- ۳۔ ”تیموری خاندان تو کب کا مٹ چکا ہے۔“
- ۴۔ ”میں اُن لوگوں میں سے بھی نہیں ہوں جو مستقبل کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہتے ہیں۔“
- ۵۔ ”مگر کوئی دم میں اُن کے قدم بھی اکھڑنے کو ہیں۔“
- * مغل شہزادوں سے متعلق کوئی اہم واقعہ اپنے تاریخ کے استاد سے معلوم کر کے لکھیے اور اپنی جماعت میں سنائیے۔

* ڈرامے سے کم از کم پانچ ایسے مکالمات چن کر تحریر کیجیے جن سے احترام اور انکسار کا اظہار ہوتا ہے۔

مثلاً: ☆ آداب عرض ہے، مہاراج!

☆ یہ تو آپ کی ذرّہ نوازی ہے۔

* ڈرامے سے ایسے مکالمات چن کر لکھیے جن سے شہزادہ تیمور شاہ کی حوصلہ مندی اور بہادری کا اظہار ہوتا ہے۔

* شبکی خاکہ مکمل کیجیے۔

ڈراموں کی قسمیں

۳۔ مغل شہزادوں نے انگریزوں سے کشمیری دروازے پر مقابلہ کیا۔

۴۔ مہاراجا نے قسمت بیگ کو ملاقات کے لیے بلایا۔

۵۔ فوجی نے بیگم زینت محل سے بات چیت کی۔

* آپ نے کوئی ڈراما دیکھا ہو تو اس کے بارے میں دس جملے لکھیے۔

* یوم آزادی کے موقع پر اپنے اسکول میں اس ڈرامے کو پیش کیجیے۔

عملی قواعد

اصلی/معاون/ناقص فعل

۱۔ تم کھیتی کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟

۲۔ ہم پہلے ہی سمجھ گئے تھے۔

۳۔ جاڑا کسی بھوت کی مانند اس کی چھاتی کو دبائے ہوئے تھا۔

۴۔ اسے اپنی گود میں سلا لیا۔

۵۔ تم نے ہمارے تجسس کی آگ کو اور بھڑکا دیا ہے۔

ان جملوں کے خط کشیدہ الفاظ پر توجہ دیجیے: چھوڑ دیتے/سمجھ گئے/تھے/دبائے ہوئے تھا/سلا لیا/بھڑکا دیا ہے

یہ فقرے مختلف افعال سے بنے ہیں۔ انہیں ذیل کے مطابق سمجھا جاسکتا ہے۔

اصلی فعل	معاون فعل	ناقص فعل
بھڑکا	دیا	ہے
سمجھ	گئے	تھے
چھوڑ	دیتے	-
سلا	لیا	-

ان افعال کی صحیح صورت یہ ہے:

بھڑکانا	دینا	ہونا
سمجھنا	جانا	ہونا
چھوڑنا	دینا	
سلانا	لینا	

جملے میں ایک فعل اگر دوسرے فعل سے غیر متعلق ہو جیسے کہ پہلی مثال میں 'بھڑکا دیا ہے' کے فقرے میں 'بھڑکانا' تو اس فعل کو **اصلی فعل** کہا جاتا ہے۔

اصلی فعل میں مفہوم کے اضافے کے لیے کبھی دوسرا فعل بھی اس کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے جیسے 'بھڑکا دیا ہے' میں 'دیا'۔ اسے **معاون فعل** کہتے ہیں۔

اسی طرح کبھی اصلی اور معاون فعل کے ساتھ ہی مزید فعل کی کوئی صورت استعمال کرتے ہیں جیسے 'بھڑکا دیا ہے' میں لفظ 'ہے'۔ اس فعل کو **ناقص فعل** کہا جاتا ہے۔ (کبھی ضرورت کے وقت 'ہے' کی جگہ 'تھا'/'تھے'/'ہوگا'/'ہوگی' وغیرہ الفاظ بھی استعمال کیے جاتے ہیں)

* ذیل کے جملوں میں اصلی/معاون/ناقص افعال کی نشان دہی کیجیے۔

۱۔ میں ذرا جوش میں آ گیا تھا۔

۲۔ ہم تمھاری داستان سننا چاہتے ہیں۔

۳۔ اس معصوم کو کہاں لے جائیں؟

۴۔ بھائیوں کے سینے چھلنی نہ کرتے۔

برسبیل تذکرہ...

آپ یہ پڑھ چکے ہیں کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شکست کے بعد بہادر شاہ ظفر کو انگریزوں نے گرفتار کر کے رنگون بھیج دیا تھا جہاں ۱۸۶۲ء میں ان کا انتقال ہو گیا اور وہیں ان کی تدفین عمل میں آئی۔

بہادر شاہ ظفر ایک اچھے شاعر تھے اور مرزا غالب کے شاگرد تھے۔ کہا جاتا ہے کہ انھوں نے اپنی موت سے پہلے ایک غزل کہی تھی جس کا مقطع یوں ہے۔

کتنا ہے بدنصیب ظفر دفن کے لیے

دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

شاعری میں ایسی بات کو بیان کرنا جو مستقبل میں پیش آجائے اُسے 'القا' کہتے ہیں جس کے لغوی معنی ہیں غیب سے دل میں کوئی بات آنا۔